www.KitaboSunnat.com

عبد الوارث گل

کرسمس کی اصلیت: تاریخ کے آئینے میں

﴿ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ ﴾[2]

"نہ اس کا کوئی علم انھیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا، (یہ) بہت بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکل رہا ہے، وہ (سراسر) جھوٹ کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں۔"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں انسان کسی بھی مذہب، گروہ، فرقہ، قوم یا ملک سے ہو، اسے خوشی چاہیے۔ وہ خوش ہونا، ہنسنا اور مسکرانا چاہتا ہے، وہ تہوار منانا چاہتا ہے۔ مذہب انسان کی اس فطرت سے واقف ہے، لہٰذا وہ اسے تقریبات، عیدوں اور تہواروں کی اجازت دیتا ہے۔ انسانی فطرت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب وہ خوش ہوتا ہے تو اکثر و بیشتر حدود اللہ سے تجاوز کر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمانی مذاہب نے ان تقریبات، عیدوں اور تہواروں کو پاکیزہ رکھنے کی ہمیشہ تاکید کی ہے۔ لیکن انسان کی خواہش نفس کی تکمیل کے آگے جہاں مقدس الہامی کتب اور صحائف نہ بچ سکے، وہاں یہ عیدیں اور تہوار کیا چیز ہیں؟

کرسمس (Christmas) دو الفاظ کرائسٹ (Christ) اور ماس (Mass) کا مرکب ہے۔ کرائسٹ (Christ) مسیح (علیہ السلام) کو کہتے ہیں اور ماس (Mass) اجتماع، اکٹھا ہونا ہے یعنی مسیح کے لیے اکٹھا ہونا، اس کا مفہوم یہ ہوا: مسیحی اجتماع یا یوم میلاد مسیح۔

یہ لفظ تقریباً چوتھی صدی کے قریب قریب پایا گیا۔ اس سے پہلے اس لفظ کا استعمال کہیں نہیں ملتا۔ دنیا کے مختلف خطوں میں کرسمس کو مختلف ناموں سے یاد کیا اور منایا جاتا ہے۔ اسے

1 جلال حیدری، حقوق انسان ویلفیئر فاؤنڈیشن، لاہور www.huqooq.org

2 سورۃ الکہف:5

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یول ڈے نیٹوئی (پیدائش کا سال) اور نوائل (پیدائشی یا یوم پیدائش) جیسے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔[1] 'بڑا دن' بھی کرسمس کا مروجہ نام ہے۔ یہ یوم ولادت مسیح علیہ السلام کے سلسلے میں منایا جاتا ہے کیونکہ مسیحیوں کے لیے یہ ایک اہم اور مقدس دن ہے، اس لیے اسے بڑا دن کہا جاتا ہے۔

نہ صرف مسیح علیہ السلام کی تاریخ پیدائش بلکہ سن پیدائش کے حوالے سے بھی مسیحی علما میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ عام خیال ہے کہ سن عیسوی مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے مگر 'قاموس الکتاب' اور دیگر مسیحی کتب کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۴ یا ۶ ق م میں ہوئی۔ قاموس الکتاب میں یہ تاریخ ۴ق م دی گئی ہے جبکہ مائیکل ہارٹ "The Hundred" میں ۶ق م تسلیم کرتا ہے۔ پیدائش کے دن کے حوالے سے بھی شدید اختلاف ہے۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسا اسے ۲۵ دسمبر، مشرقی آرتھوڈوکس کلیسا ۶ جنوری اور ارمنی کلیسا ۱۹ جنوری کو مناتا ہے۔ کرسمس کے تہوار کا ۲۵ دسمبر کو ہونے کا ذکر پہلی مرتبہ شاہِ قسطنطین (جو چوتھی صدی عیسوی میں بت پرستی ترک کرکے عیسائیت میں داخل ہو گیا تھا) کے عہد میں ۳۲۵ عیسوی میں ہوا۔ یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ اولین کلیسا 'بڑا دن' مناتے بھی تھے یا نہیں۔

یاد رہے کہ مسیح علیہ السلام کی صحیح تاریخ پیدائش کا کسی کو علم نہیں۔ تیسری صدی عیسوی میں اسکندریہ کے کلیمنٹ نے رائے دی تھی کہ اسے ۲۰ مئی کو منایا جائے۔ لیکن ۲۵ دسمبر کو پہلے پہل روم (اٹلی) میں بطور مسیحی مذہبی تہوار مقرر کیا گیا تاکہ اس وقت کے ایک غیر مسیحی تہوار، جشنِ زحل Saturnalia کو (یہ رومیوں کا ایک بڑا تہوار تھا، اس روز رنگ رلیاں خوب منائی جاتی تھیں) جو سورج کے راس الجدی پر پہنچنے کے موقع پر ہوتا تھا، پس پشت ڈال کر اس کی جگہ مسیح علیہ السلام کی سالگرہ منائی جائے۔[2]

کینن فیرر نے بھی اپنی کتاب 'لائف آف کرائسٹ' میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے یوم ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ انجیل (لوقا ۲:۸) سے صرف یہ بات معلوم

۱ نوائے وقت: ۲۷ر دسمبر ۲۰۰۵ء

۲ قاموس الکتاب: ص ۱۴۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ اس رات گڈریے بھیڑوں کو لیے ہوئے بیت اللحم کے کھیتوں میں موجود تھے، لیکن انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں کرسمس ڈے کے مقالہ نگار نے اس پر ایک نہایت عمدہ تنقید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ دسمبر کا مہینہ تو ریاستِ یہودیہ (فلسطین) میں سخت بارش کا مہینہ ہے، ان دنوں بھیڑیں یا گڈریے کس طرح کھلے آسمان تلے رہ سکتے ہیں؟

چار صدیوں تک ۲۵ دسمبر کو مسیح علیہ السلام کی تاریخ ولادت نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ۵۳۰ء میں سیتھیا کا ڈایونیس اکسیگز نامی ایک راہب جو ایک مُنجّم (Astrologer) بھی تھا، تاریخ ولادت مسیح علیہ السلام کی تحقیق اور تعین کے لیے مقرر ہوا۔ سو اُس نے مسیح علیہ السلام کی ولادت ۲۵ دسمبر مقرر کی، کیونکہ مسیح علیہ السلام سے پانچ صدیاں قبل ۲۵ دسمبر مقدس تاریخ سمجھی جاتی تھی۔ بہت سے دیوتاؤں کا اس تاریخ پر یا اس سے ایک دو دن بعد پیدا ہونا تسلیم کیا جا چکا تھا، چنانچہ راہب نے آفتاب پرست اقوام میں عیسائیت کو مقبول بنانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ ولادت ۲۵ دسمبر مقرر کر دی۔

قرآن مجید کی سورۂ مریم پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے:

﴿ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ ﴾[1]

"پھر دردِ زہ اسے (مریم کو) کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ وہ کہنے لگی: اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بھلائی ہوتی۔ پھر اس (فرشتے) نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کر، یقیناً تیرے ربّ نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔"

اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مسیح علیہ السلام کی جائے پیدائش ریاستِ یہودیہ کے شہر بیت اللحم میں ہوئی۔ اس علاقے میں موسم گرما کے وسط یعنی جولائی، اگست میں ہی کھجوریں ہوتی ہیں۔ قرآنِ مجید کے ذریعے اللہ نے یہ امر واضح کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کھجوریں پکنے

۱ سورۃ مریم: ۲۲ تا ۲۵

2014

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مہینے جولائی یا اگست کے کسی دن میں ہوئی تھی نہ کہ ۲۵ دسمبر کو، جو کہ یہودیہ (موجودہ فلسطین) میں سخت سردی اور بارشوں کا مہینا ہوتا تھا۔

جرمن قبائل قدیم زمانہ سے اس موسم کو تعظیم اور تکریم کا موسم سمجھتے تھے۔ سیکنڈے نیویا (ناروے، سویڈن، ڈنمارک) کے قدیم باشندوں کا عقیدہ تھا کہ تمام دیوتا ۲۵ دسمبر کو زمین پر اُترتے ہیں اور ۶ جنوری تک انسانوں کی تقدیر بدلنے کی تدبیر کرتے رہتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ بھی ملتا ہے کہ چوتھی صدی عیسوی کے اوائل میں روم شہر میں مشعلیں بنانے والے ایک صاحب نے ایک ایسی مشعل بنائی جس میں تیل ڈالنا نہیں پڑتا تھا جس کو بعد میں کینڈل یا موم بتی کا نام دیا گیا۔ یہ تیل والی مشعلوں کے مقابلے میں گھنٹوں زیادہ جلتی تھی۔ یہ ایک زبردست ایجاد تھی جس کے ذریعے وہ دنوں میں امیر ہو گیا، لہٰذا اب یہ شخص موم بتی کی وسیع فروخت کا خواہاں ہوا۔ اس نوجوان کے حلقہ احباب میں روم شہر کا ایک پادری بھی تھا۔ ایک دن نوجوان نے اپنے پادری دوست کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو پادری صاحب نے اس کو سمجھایا کہ دنیا میں جو چیز مذہب کے ساتھ منسوب ہو جائے، اُسے دوام مل جاتا ہے۔ ایک روز پادری اس نوجوان کی دکان پر آیا اور نوجوان نے پادری صاحب کے کان میں ایک سرگوشی کی تو پادری کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ اتفاق سے وہ اتوار کا دن اور ۲۵ دسمبر تھا۔ اس روز پادری صاحب نے 'سروس' یعنی عبادت کے بعد ایک عجیب اعلان کیا کہ آپ تمام حضرات سورج ڈوبنے کے بعد دوبارہ چرچ میں حاضر ہو جائیں، آج میں ایک ایسے خصوصی طریقے سے دعا مانگوں گا کہ مانگنے سے پہلے ہی دعا قبول ہو جائے گی، چنانچہ لوگ شام کے وقت چرچ میں جمع ہو گئے، جب خوب اندھیرا پھیل گیا تو پادری نے تمام حاضرین کے سامنے ایک ایک موم بتی جلا دی اور لوگوں سے آنکھیں بند کر کے دعا کرنے کی درخواست کی۔ یہ دعا گھنٹوں جاری رہی اور ساتھ موم بتی بھی۔ دعا کے بعد جب لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تو ان کے ہونٹوں پر اس نئے طریقے کی دعا کی مقبولیت کا چرچا تھا۔ یہ ۳۳۶ عیسوی کا ۲۵ دسمبر تھا۔[1] چنانچہ آج بھی

[1] کتاب: 'سازشیں بے نقاب'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرسمس سے چار اتوار پہلے کرسمس کی تیاری کے حوالے سے 'کینڈل لائٹ سروس' کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ۲۵ دسمبر مسیح علیہ السلام کا یومِ ولادت نہیں، بلکہ یہ دن دیگر اغراض و مقاصد کی بنا پر 'یوم پیدائش مسیح' بنا دیا گیا۔ قاموس الکتاب کے حوالے سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جشن زُحل رومیوں کا تہوار جو عیاشیوں کی نظر ہو چکا تھا، اس کو ایک مقدس تہوار سے بدل دیا گیا تاکہ لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف ہو جائے مگر کس کو معلوم تھا کہ یہ مقدس تہوار جشنِ زحل سے بھی خطرناک صورت اختیار کر جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ پیدائش نہ تو انجیل سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور مستند ذریعہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ ویسے بھی ابتدائی تین صدیوں تک میلاد مسیح علیہ السلام کو منانا، مشرکانہ اور بت پرستانہ فعل سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک خود ساختہ رسم تھی اور بعد ازاں مختلف کلیساؤں کی طرف سے اس کی روک تھام کے لیے متعدد احکامات بھی جاری کیے گئے۔[1]

کرسمس ٹری

'کرسمس ٹری' کا تصور بھی جرمنوں ہی کا پیدا کردہ ہے۔ مسیحی لوگ اپنی پرانی ثقافتی روایات کے مطابق کرسمس کے دن حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جبرائیل علیہ السلام کا کردار مختلف اداکاروں کے ذریعے ایک ڈرامے کی شکل میں پیش کرتے تھے۔ راقم بھی اپنے زمانۂ عیسائیت میں خود کئی بار ایسے 'ٹیبلوز' میں مختلف کردار ادا کر چکا ہے، اس میں تمام واقعہ دہرایا جاتا تھا جو مریم کے ساتھ مسیح علیہ السلام کی ولادت کے ضمن میں پیش آیا۔ اس واقعے کے دوران درخت کو مریم علیہا السلام کا ساتھی بنا کر پیش کیا جاتا اور دکھایا جاتا کہ وہ اپنی اُداسی اور تنہائی کی یہ ساری مدت اس ایک درخت کے پاس بیٹھ کر گزار دیتی ہیں۔ چونکہ یہ درخت بھی اسٹیج پر سجایا جاتا تھا اور ڈرامے کے اختتام پر لوگ اس درخت کی ٹہنیاں تبرک کے طور پر ساتھ لے جاتے

۱ تفصیل کے لیے دیکھیے: Collier's انسائیکلوپیڈیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے گھروں میں ایسی جگہ لگا دیتے جہاں اُن کی نظریں اُن پر پڑتی رہیں۔ یہ رسم آہستہ آہستہ 'کرسمس ٹری' کی شکل اختیار کر گئی اور لوگوں نے اپنے اپنے گھروں میں ہی کرسمس ٹری بنانے اور سجانے شروع کر دیے، اس ارتقائی عمل کے دوران کسی ستم ظریف نے اس پر بچوں کے لیے تحائف بھی لٹکا دیے جس پر یہ تحائف بھی کرسمس ٹری کا حصہ بن گئے۔

کرسمس ٹری کی بدعت ایک عرصہ تک جرمنی میں ہی محدود تھی۔ ۱۸۴۷ء میں برطانوی ملکہ وکٹوریہ کا خاوند جرمنی گیا اور اسے کرسمس کا تہوار جرمنی میں منانا پڑا تو اس نے پہلی مرتبہ لوگوں کو کرسمس ٹری بناتے اور سجاتے دیکھا۔ اسے یہ حرکت بہت بھلی لگی، لہٰذا وہ واپسی پر ایک ٹری ساتھ لے آئے۔ ۱۸۴۸ء میں پہلی مرتبہ لندن میں کرسمس ٹری بنوایا گیا۔ یہ ایک دیوہیکل کرسمس ٹری تھا جو شاہی محل کے باہر آویزاں کیا گیا۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۴۸ء کو لاکھوں لوگ یہ درخت دیکھنے لندن آئے اور اُسے دیکھ کر گھنٹوں تالیاں بجاتے رہے۔ اس دن سے لے کر آج تک تقریباً تمام ممالک میں کرسمس ٹری ہر مسیحی گھر میں بنایا جاتا ہے۔[1]

ایک رپورٹ کے مطابق آج کل صرف برطانیہ میں ۷۰ لاکھ کرسمس ٹری بنائے جاتے ہیں جن پر ۱۵۰ بلین پاؤنڈ لاگت آتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ۲۰۰ بلین پاؤنڈ کے بلب اور چھوٹی ٹیوب لائٹس بھی نصب کی جاتی ہیں۔ کرسمس ٹری پر جلائی جانے والی لائٹس تقریباً پورا مہینا جلائی جاتی ہیں۔ یوں صرف ایک ٹری پر ہزار پاؤنڈ یعنی ایک لاکھ ستر ہزار روپے تک کی بجلی جلتی ہے۔ یہ اعداد و شمار صرف برطانیہ کے ہیں، باقی کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کرسمس کا آغاز ہوا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں مذہبی رجحان پیدا کیا جائے یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابتدا میں یہ ایک ایسی بدعت تھی جس کی واحد فضول خرچی موم بتیاں تھیں، لیکن پھر کرسمس ٹری آیا، پھر موسیقی، پھر ڈانس اور آخر میں شراب بھی اس میں شامل ہو گئی۔ شراب کے داخل ہونے کی دیر تھی کہ یہ تہوار عیاشی کی شکل اختیار کر گیا۔ صرف برطانیہ کا یہ حال ہے کہ ہر سال کرسمس پر ۷ ارب ۳۰ کروڑ پاؤنڈ کی شراب پی جاتی ہے۔ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۵ء کو برطانیہ میں جھگڑوں، لڑائی،

۱ ایوری مینز انسائیکلوپیڈیا، نیو ایڈیشن ۱۹۵۸ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مار کٹائی کے دس لاکھ واقعات سامنے آئے۔ شراب نوشی کی بنا پر ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء کو آبرو ریزی اور زیادتی کے ۱۹ ہزار کیس درج ہوئے۔ ایک سروے کے مطابق برطانیہ کے ہر ۷ میں سے ایک نوجوان نے کرسمس پر شراب نوشی کے بعد بدکاری کا ارتکاب کیا۔

امریکہ کی حالت اس سے بھی گئی گزری ہے۔ امریکہ میں کرسمس کے موقع پر ٹریفک کے قوانین کی اتنی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں کہ پورا سال نہیں ہوتیں۔ ۲۵ دسمبر کو ہر شہری کے منہ سے شراب کی بُو آتی ہے۔ شراب کے اخراجات چودہ ارب ڈالر تک پہنچ جاتے ہیں۔ صرف اٹلانٹک سٹی کے جوا خانوں میں اس روز ۱۰ ارب روپے کا جوا ہوتا ہے۔ لڑائی مار کٹائی کے واقعات کی چھ لاکھ رپورٹیں درج ہوتی ہیں۔ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۵ء کو کرسمس کے روز کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے حادثوں کے دوران اڑھائی ہزار امریکی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ پانچ لاکھ خواتین اپنے بوائے فرینڈز اور خاوندوں سے پٹیں۔

اب تو یورپ میں بھی ایسے قوانین بن رہے ہیں جن کے ذریعے شہریوں کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ وہ کرسمس کی عبادت کے لیے اپنے قریب ترین چرچ میں جائیں، شراب نوشی کے بعد اپنی گلی سے باہر نہ نکلیں۔ خواتین بھی اس خراب حالت میں اپنے بوائے فرینڈز اور خاوندوں سے دور رہیں۔ مذکورہ بالا اعداد و شمار ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۵ء کے ہیں۔ ہم مسلمان بھی اپنی عیدوں پر قانونِ قدرت کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں اور طرح طرح کی بدعتوں کے شکار ہو چکے ہیں، لیکن عیسائی دنیا اس معاملے میں مسلمانوں کے مقابلے میں بہت آگے ہے۔

اب تو عیسائیوں کے اندر بھی ایسے گروہ پیدا ہو چکے ہیں جو کرسمس کو پسند نہیں کرتے۔ یہ لوگ اس تہوار پر مختلف اعتراضات کرتے ہے۔ مثلاً مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کرسمس نہیں منائی۔ اس کے بعد بھی تین صدیوں تک اس تہوار کا نام و نشان نہیں تھا، اس سے کرسمس کی حقیقت مشکوک ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے کرسمس کو سپانسر کر کے اسے مذہبی تہوار کی بجائے دکانداری بنا دیا ہے۔ عیسائی مذہب اور اس کے تہواروں میں درخت کی کوئی گنجائش نہیں۔ انجیل میں واضح الفاظ میں یہ حکم موجود ہے: ''کسی درخت کو کاٹ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرا سے مصنوعی طریقے پر صحن میں نہ گاڑا جائے۔" بائبل میں تقریباً ۳۸ مقامات سے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ عیسائیت میں شراب نوشی حرام ہے، جبکہ اس روز شراب نوشی اہتمام کے ساتھ کی جاتی ہے۔

خلاصہ کلام

ہر نبی اور رسول نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنی خوشیوں میں بے اعتدالی اور خرمستیوں سے بچو، اسے عیاشی اور ملے گلے کی نظر نہ کرو، مگر انسان نے خوشیاں منانے کے سلسلے میں ہمیشہ قدرت کے اس قانون کی خلاف ورزی کی۔ مذکورہ بالا تفصیلات سے کرسمس کی حقیقت سمجھنے میں آسانی ہو گئی ہے کہ اس کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اسے خواہ مخواہ عیسائیت کے ساتھ منتھی کیا گیا ہے۔ جناب مسیح علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کا حتمی علم نہ ہونا اور ابتدائے مسیحیت میں اس دن کے منانے کا عدم ثبوت اس موقف کو مزید تقویت پہنچاتا ہے۔

مسلمان اور کرسمس

اسلام کی روشنی میں ایسے موقع پر مسلمان کو مسیحیوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

دنیا میں بے شمار لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو محض نمود و نمائش کے لیے اپنی تاریخ پیدائش کچھ ایسے دنوں سے منسوب کر لیتے ہیں جو قومی یا عالمی سطح پر معروف ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے یوم ولادت پر مبارک باد دینا بھی خلاف واقعہ ہے، جبکہ کسی ایسی شخصیت اور دن کو منانا اور اس کے بارے میں مبارک باد پیش کرنا کہ جن کے متعلق اوّل تو یہ بات واضح ہے کہ ماضی میں ان تاریخوں میں سورج دیوتا، سیّارے (Jupiter, Satum) یا دیگر بتوں کی پیدائش کا جشن منایا جاتا تھا۔ دُوم مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا دن تو درکنار سن پیدائش بھی معلوم نہیں۔ سِوُم یہ کہ عیسائیوں کا جس دن کے بارے میں عقیدہ یہ ہو کہ آج کے دن یعنی ۲۵ دسمبر کو اللہ کا بیٹا پیدا ہوا تھا (معاذ اللہ)، ایک مسلمان کسی کو اس پر کیسے مبارک دے سکتا ہے؟ یاد رکھیں! یہ وہ بات ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ 1

"اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کوئی اولاد بنالی ہے، بلاشبہ تم ایک بہت بھاری بات (گناہ) تک آ پہنچے ہو۔ قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی بیٹے کا دعویٰ کیا۔"

لہٰذا مسیحی حضرات کو مبارک باد دینا یا اس ضمن میں کسی بھی تقریب میں شرکت کرنا اسلامی نظریے کے مطابق درست نہیں، لیکن ہمارے کچھ نام نہاد علمائے کرام اور آج کا ماڈریٹ مسلمان خواہ مخواہ اغیار کی تہذیب و تمدن سے مرعوب نظر آتا ہے اور بے علمی و جہالت اور نام نہاد روشن خیالی کے سبب نہ صرف مبارک باد اور خوشی کا اظہار کرتا ہے، بلکہ اس موقع پر برپا کی جانے والی شراب وشباب کی محافل میں شریک ہو کر اظہارِ یکجہتی کا عملی نمونہ بھی پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسلام قبول کرنے سے قبل میری زندگی میں ایک کرسمس ایسا بھی آیا جس کو میں نے نیکی کا کام سمجھ کر خوب دھوم دھام سے منایا جس میں ۸۰ فیصد میرے ایسے دوستوں نے شرکت کی جو مسلمان تھے اور صرف شرکت ہی نہیں کی بلکہ ثواب سمجھ کر کرسمس پارٹی کے اخراجات میں میری معاونت بھی کی، مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اب جبکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور گھر میں یا دیگر مقامات پر درسِ قرآن کی مجالس میں شرکت کی دعوت دیتا ہوں تو وہی مسلمان لوگ جو رات ۳ بجے تک میرے ساتھ کرسمس مناتے تھے، عذر تراشتے ہیں۔

ابھی کل ہی کی بات ہے کہ میں جس مادر پدر آزاد تہذیب کو ٹھوکر مار کر آیا تھا، آج کے کچھ مادہ پرست، حواس باختہ سیکولر مسلمان اُسی تہذیب پر رال ٹپکا رہے ہیں۔ جس بے مثال فلسفہ توحید، لاجواب نظریۂ حیات اور آخرت کی لازوال کامیابی مجھے اور میرے جیسے کروڑوں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لائی، وہیں اس دین کی تعلیمات سے بے بہرہ، اپنے اسلاف سے کٹے ہوئے، بے یقینی اور نا اُمیدی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے ہوئے کچھ مسلمان اُس دینِ الٰہی سے نظریں چرا

1 سورۃ مریم: ۸۸ تا ۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں جس کا بدل پوری کائنات میں نہیں۔ اقبال ؒ نے اسی کیفیت کا نقشہ کھینچا تھا:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیّارہ

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں انکو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ[1]

غیر مسلموں کے تہوار منانے کی شرعی

نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے:

"دورِ رسالت مآب ﷺ میں ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر اونٹ قربان کرے گا۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تو نہیں پوجا جاتا تھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کیا وہاں ان کے تہواروں میں سے کوئی تہوار تو منعقد نہیں ہوتا تھا؟ صحابہ ؓ نے عرض کی: نہیں۔ تب آپ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کر لو، کیونکہ ایسی نذر کا پورا کرنا درست نہیں جو معصیت ہو یا جو آدمی کے بس سے باہر ہو۔"[2]

اس سے واضح ہوا کہ مسلمان کا ان مشرکانہ مراسم اور مقامات سے دور رہنا شریعت کا کتنا

۱ بانگِ درا از علامہ محمد اقبال ؒ: ۲۰۷
۲ سنن ابو داؤد: ۳۳۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح تقاضا ہے۔ فقہاے کرام نے اس مسئلہ (غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت نہ کرنے اور مبارک باد نہ دینے) پر اجماع نقل کیا ہے۔ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں کو باقاعدہ پابند فرمایا تھا کہ دارالاسلام میں وہ اپنے تہواروں کو کھلے عام نہیں منائیں گے؛ اور اسی پر سب صحابہؓ اور فقہا کا عمل رہا ہے، چنانچہ جس ناگوار چیز کو مسلمانوں کے سامنے آنے سے ہی روکا گیا ہو، مسلمان کا وہیں پہنچ جانا اور شریک ہونا کیوں کر روا ہونے لگا؟ اس کے علاوہ کئی روایات سے حضرت عمرؓ کا یہ حکم نامہ منقول ہے:

"عجمیوں کے اُسلوب اور لہجے مت سیکھو۔ اور مشرکین کے ہاں اُن کے گرجوں میں ان کی عید کے روز مت جاؤ، کیونکہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔"[1]

علاوہ ازیں کافروں کے تہوار میں شرکت اور مبارک باد کی ممانعت پر حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ سب متفق ہیں۔[2] فقہائے مالکیہ تو اس حد تک گئے ہیں کہ جو آدمی کافروں کے تہوار پر ایک تربوز کاٹ دے، وہ ایسا ہی ہے گویا اُس نے خنزیر ذبح کر دیا۔[3]

کافر کو اُس کے مشرکانہ تہوار پر مبارکباد دینا کیسا ہے؟ اس پر امام ابن قیم الجوزیہؒ کہتے ہیں:

"یہ ایسا ہی ہے کہ مسلمان اُسے صلیب کو سجدہ کرآنے پر مبارکباد پیش کرے! یہ چیز اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے کہ آدمی کسی شخص کو شراب پینے یا ناحق یا حرام شرمگاہ کے ساتھ بدکاری کرنے پر مبارک باد پیش کرے۔"[4]

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیے کہ اسلام تنگ نظر دین ہے۔ دینِ اسلام ہرگز تنگ نظری کی تعلیم نہیں دیتا بشرطیکہ حقیقی مذہبی تعلیمات کی خلاف ورزی نہ ہو۔ تعلیماتِ اسلام سے پتہ چلتا ہے کہ انبیا و رُسل اس کائنات میں سب سے زیادہ برگزیدہ تھے،

۱ اقتضاء الصراط المستقیم از شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۱/۴۷۸

۲ البحر الرائق لابن نجیم: ۸/ ۵۵۵؛ المدخل لابن حاج المالکی: ۲/ ۴۶-۴۸؛ مغنی المحتاج للشربینی: ۴/ ۱۹۱؛ الفتاوی الفقہیہ الکبریٰ لابن حجر ہیتمی: ۴/ ۲۳۸-۲۳۹؛ کشف القناع للبہوتی: ۳/ ۱۳۱

۳ اقتضاء الصراط المستقیم: ص ۳۵۴

۴ احکام اہل الذمہ از ابن قیم: ۳/ ۲۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا وہ لوگ ہمیں اُن سے محبت و عقیدت کی کیا تعلیم دیں گے جن کی اپنی کتابیں ان پر ایسے گندے اور گھناؤنے الزام لگاتی ہیں کہ پڑھنے والے کی شرم سے آنکھیں جھک جاتی ہیں۔ یہ مقدس لوگ تو قیامت تک پوری انسانیت اور زندگی کے لیے رول ماڈل ہیں۔ 'ایک شام مسیح علیہ السلام کے نام والا' فلسفہ بالکل غلط اور ناقص ہے۔ ہر صبح و شام اللہ اور اس کے دین کے نام ہونی چاہیے۔ یہ لوگ محسنوں کی قدر اور رشتوں کا مقام ہمیں کیا بتائیں گے جو اپنے کتوں کو تو اپنے ساتھ سلاتے ہیں مگر اپنے والدین کو اولڈ ہوم چھوڑ آتے ہیں۔ ان کے نزدیک تو تہذیب و تمدن کا مطلب ہی مذہب سے آزادی، ناچ گانا، مصوری، بت تراشی و بت پرستی، مرد و زن کا اختلاط، کثرتِ شراب نوشی، جنسی آوارگی، بے راہ روی، ہم جنس پرستی، سود اور لوٹ کھسوٹ ہے، یعنی ہر طرح کی مادر پدر آزادی جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں ۔۔۔۔ نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے[1]

جبکہ اسلام کے نزدیک لفظ تہذیب کا معنی ہی سجانا، آراستہ کرنا، حسین بنانا ہے۔ ہمارے یہاں ہر وہ عمل جزوِ تہذیب ہے جو ہماری شخصیت کو حسین بنائے اور ہمارے کردار کو عظیم بنائے، نیز ہماری دنیا و آخرت کو سنوارے، یہ ہماری تہذیب ہے۔ علم، اخلاص، خدمت اور محبت ہماری تہذیب کے بنیادی اجزا ہیں۔ یہ ہے وہ تہذیب اور اسلام کی بے مثال تعلیم جو نہ صرف انبیاء علیہم السلام کی عصمت، عزت اور مقام و مرتبہ کی حفاظت کا حکم دیتی ہے بلکہ ان کی اطاعت و اتباع اور ان سے ہر وقت محبت اور ہر لمحہ ان کی اطاعت کرنے کا درس دیتی ہے۔

اسلامی تہذیب وقتی طور پر جمود کا شکار ضرور ہے مگر یہ جمود اسلام کا مستقل مقدر نہیں۔ اسلامی تہذیب کا مستقبل بھی اپنے ماضی کی طرح روشن ہے۔ ان شاء اللہ! بقول اقبالؒ:

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
اُفق سے آفتاب اُبھرا، گیا دورِ گراں خوابی

1 بانگِ درا از علامہ محمد اقبالؒ: ۳۲۳، اقبال اکادمی، ۲۰۰۹ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تُو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، اَبد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوداں تُو ہے
حِنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تُو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اُخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے
تو رازِ کُن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازِ داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اُخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی!
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے [1]

---

1 نظم 'طلوعِ اسلام' کے منتخب اشعار... بانگِ درا: ۲۹۷تا۳۰۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ